

# انسانیت کے محسن اعظم

اور

## شریف و محبون دنیا کا اخلاقی فرض

اس انگریزی نقالہ کا اصل اردو تن جو ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو اسلامک اسٹیڈیز سینٹر آسپریٹ ڈینیوریٹی انگلینڈ میں پڑھا گیا، اور ۲۳ اگست کو لندن کے بین الاقوامی اسلامک سینٹر پارک روڈ میں مختلف ملکوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے ایک عظیم مجسح کے سامنے علی، اردو نقريوں اور تشریع و ترجیحی کے ساتھ پیش کیا گیا۔

از

### مولانا ابوالحسن علی ندوی

### مجلس تحقیقات نشریات اسلام کیhestan

(جله حقوق محفوظ)

# باراول

۱۴۰۹—۱۹۸۹ء

کتابت	ظہیر احمد کاروڈی
طبعات	لکھنؤ پبلشگ ہاؤس (آفٹ)
صفحات	۳۲
قیمت	۱۵/-

باہتمام

محمد عیاث الدین ندوی

طابع و ناشر

مجلس تحقیقات و تحریرات اسلام

(نمرۃ العلماء)

## پیش لفظ و تعارف

از۔ فاضل گرامی پر فیض خلیق احمد صدیق نظامی

آسفورڈ کی وہ شام بادگاری ہے کی جب فاضل محترم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی صاحب زاد مجده نے پیش نظر مقابلہ انگریز، افریقی اور ہندو پاکستانی دانشوروں کے ایک غیر معمولی اجتماع کے سامنے بڑے جذبہ لیکن عالمانہ وقار کے ساتھ پیش فرمایا تھا۔

یہ ایک دل در دمند کا انسانیت سے خطاب ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منتعل یعنی حالیہ طبوعات نے مولانا محترم میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا کر دی تھی، اور وہ چاہئے تھے کہ اس با رجب انگلستان کی سر زمین پر قدم رکھنے والے مغرب کو بتائیں کہ ذات نبویؐ نے اُن کو کیا دیا ہے، اس مقابلہ میں ایک "محبر ورح احسان" نے تاریخی خلافت کو آواز دی ہے کہ وہ احسان فراموش ذہنوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کی بادلا گئیں، اور بتائیں کہ احسان فراموشی ایسا اخلاقی جرم ہے جو انسانی سماج پر فوز و فلاح کے دراثتے

لہ ۲۲ اگست ۱۹۸۹ء کی شام مراد ہے، دعوت "سفر فائدہ اسلامک ایڈیٹرز" واقع آسفورڈ بیویوری کی طرف سے دی گئی تھی، اور طبعہ سفر کے ہال میں ہوانہ اخیلین جن مخالف ایڈیٹرز کے تھے۔

پسند کر دیتیا ہے، مولانا کی فصیح و بیعت تقریر پر جو عربی میں مختصر ملیں زبان سخونت، اگر نزیری میں اس کے ترجیح نے مغربی دانشوروں کو متوجه کر دیا تو تقریر ختم ہوئی تھی۔ ہر ایک کی زبان پر مولانا کی تاریخی بصیرت، اخلاقی پہنچی اور انسان دوستی کا ذکر تھا، پھر انہوں میں مولانا تاریخی اور بعض اور مقامات سے بھی وفود نے آگر دعوت دی لیکن مولانا اپنی دیگر مصروفیات کے باعث ہر جگہ نہ جاسکے، یہ مقالہ جو انگریزی، عربی، اردو و تینوں زبانوں میں شائع ہوا ہے ہر جگہ گہری دلچسپی سے پڑھا جائیگا اور مولانا محترم کے ذاتی طور پر موجودہ ہو سکتے کی تلاشی کر دے گا۔

تایب شاہد ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نے انسان کے فکر و عمل میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا، آپ نے انسان کو انسانیت کا احترام سکھایا اور اس کردار میں پر ایک نئے دور کا آغاز کیا، خود حضور کا ارشاد ہے۔

بعثت لاستھم حسن میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے  
الاخلاق۔ بھیجی گیا ہوں۔

خطبۃ الوداع کے موقع پر جب حضور اپنا پیغام انسانیت کو پہونچا چکے تھے، اور اعلان خداوندی ہوا تھا۔

آتیّعُمْ أَكْمَلْتُ لِكُمْ دِيْنَكُمْ آج کے دن میں نے تھارے لئے  
(سودہ المائدۃ۔ ۲۴) دین کو کامل کر دیا۔

تو حاضرین بے اختیار پکارا۔ لٹھتے تھے:-

”ہم گواہ ہیں کہ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔“

موجودہ دور کے بعض احسان ناشناس لوگوں نے بھی نوچ انسان چھپنے والے کی تعلیم کے عظیم اشان اثرات سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ ان کی یہ محرومی اُن کی اخلاقی اور سماجی پریشان حالت کی دلیل ہے اور خود ان کے لئے ضلالت و تباہی کی علامت۔ اس مقام میں مولانا نے تاریخی چیخت سے بتایا ہے کہ حضور نے انسانیت کو کیا دیا۔ تین تہذیبوں — رومی، ساسانی اور ہندوستانی — کے بنیادی انکار کو بدلا، انسان کو انسانیت کا احترام سکھایا۔ اس نئی تعلیم نے مستقبل کی گزر گاہوں کو اس طرح روشن کر دیا کہ صد بیوں سے اُن کے اثرات انسانی فکر کو متاثر کر رہے ہیں۔ انسانی تاریخ کو ٹھیک بدلتی رہی، لیکن ان کے پیغام کی افادیت میں فتنہ آیا۔ بلکہ اُس کی تاثیر میں اضافہ ہوتا رہا۔ منگلوں نے جب اسلامی دنیا کے پیاسی اور سماجی نظام کو مسرا کر دیا اور وسط ایشیاء کے عظیم اشان شہر ویلانوں میں بدل گئے، اسلام کی تعلیم نے پھر اپنا اثر دکھایا اور زیادہ عرصہ تک گزرنے پایا تھا کہ یہ عین متمدن قومیں حلقة گوش اسلام ہو گئیں۔ اور تہذیبی اقدار کو ان سے تقویت پہونچی اور جو شہر انہوں نے تباہ کئے تھے، ان کو اذسر نہ آباد کیا۔ ہمیشہ اسلامی فطرت پکارنی رہی ہے۔ ۴

### کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

یورپ کے مشہور مورخین، اور ماہرین عمر ایات اسلام کے تہذیبی اور اخلاقی اثرات کو تسلیم کیا ہے، اور بتایا ہے کہ شریف اور تمدن دنیا پہنچ اسلام کے احسانات سے عمدہ برآئیں ہو سکتی۔ مولانا نے خود ان مورخین کے بیانات کی روشنی میں ان احسانات کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے انداز بیان میں جو معروضت نظر نہ گاہ میں

جو صلابت اور آواز میں جو سوز و صداقت ہے اس کا احساس مقام کے مطالعہ سی سے ممکن ہے۔

مولانا کی یہ آواز ایک خاص وقت میں ایک خاص مقام سے خاص حالات کے تحت بلند ہوئی تھی، لیکن اس کا مطالعہ ہر شخص کے لئے بصیرت و استفادہ کا باعث ہوگا۔

خلیق احمد نظامی

ستمبر ۱۹۸۹ء علی گڑھ

# انسانیت کے محسن اعظم

اور

## شریف و متہن دنیا کا اخلاقی فرض

**حضرات:** یہ دنیا جس میں ہم آپ رہ بس رہتے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنے عقیدہ، ذوق، صلاحیت اور وسائل و امکانات کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کر رہتے ہیں، اور اپنے ہم وطنوں (اور اس سے آگئے بڑھ کر) اپنے ہم حضروں کے ساتھ ٹھہر دب اور شریفانہ اور پر سکون اور خوشنگوار زندگی گزار رہتے ہیں، اسی کے ساتھ تعلیمی و تدریسی، تصنیفی و تحقیقی، تجرباتی و اکتشافاتی میدان میں بھی اپنے اپنے درجہ اور حوصلہ کے مطابق حصہ لیتے ہیں، اور اس زندگی اور اس کے ماحول کو اس سے بہتر، اس سے زیادہ محفوظ و پر امن، اس سے زیادہ خوشنگوار و پر سکون، اور اس سے زیادہ ترقی یافتہ و معیاری بنانے کی امنگ اور خواہش رکھتے ہیں، یہ دنیا اور یہ کرۂ ارض جس پر ہم رہتے ہیں، ہمیشہ سے ایسا معتدل، پر سکون، سمجھیدہ و باذفار، مُمکن و روادار، فکری و تعبیری خدمات انجام دیتے، اپنے عقیدہ و مسلک کے مطابق زندگا گزارنے، ایک دوسرے کا احترام و اعتراف کرنے اور باقاعدے باہم CO-EXISTENCE کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں تھا۔

اس زمین پر بستے والی نسل انسانی کئی بار خود کشی اور خود سوزی کے لئے نیتارا تو  
کمرستہ پائی گئی، اس دنیا کی تاریخ میں کئی دور ایسے گزے ہیں کہ اس نسل انسانی نے  
زندہ اور باتی رہنے کا استھنا کھو دیا، اور اس نے باشمور اور باضمیر انسانوں کے  
بجائے غیر ذی عقل جانوروں اور خونخوار و آدم خور درندوں کی شکل اختیار کر لی،  
تہذیب و تمدن، علم وہتر، اخلاق و اقدار، نظام و قانون، اصول و ضوابط ہب پر  
ایک اختصار (عالم سکرات) کی کیفیت طاری ہو گئی۔

سب جانتے ہیں کہ تاریخ کی تدوین کا کام بہت دیر سے متروع ہوا، اور ما قبل  
تاریخ "کا دور" ما بعد تاریخ "کے دور سے کہیں زیادہ طویل اور وسیع گز را ہے پھر زوال  
آدمیت اور دورِ حشت کی داستان کچھ ایسی خوشنگوار اور قابل فخر بھی نہیں تھی کہ  
اس کو پیش کرتے ہیں صنفین و موڑین اپنی صلاحیتیں صرف کریں، اس لئے ہیں  
بڑے بڑے طویل و تقویں کے بعد انسانی معاشرہ، تہذیب و تمدن، اور حکومتوں اور  
نظامہائے ملکت کے زوال کے بالے میں تاریخی شہادیں تاریخ عالم کے صفات پر  
بکھری ہوئی ملتی ہیں، اور ان کا سلسہ زیادہ تر پانچ سو صدی یوسوی سے متروع ہوتا  
ہے ان میں سے چند بہاں درج کی جاتی ہیں۔

مشہور انگریز مصنف H.G. WELLS ساسانی اور یاز نقطی حکومتوں کے ذکر  
میں اس عہد کی تصویر کھینچنے ہوئے لکھتا ہے:-

"سانس اور سیاست دونوں ان برسریکار اور زوال پذیر حکومتوں  
میں سوت کی بنند سوچکے تھے، ایخفش ATHENS کے متاخرین فلسفیوں نے  
اپنی تباہی انک (جو اس پر سلطکر دی گئی تھی) عہد قدم کے ادبی سرمایہ کو

اگرچہ بغیر سچے سمجھے گریے انتہا عقیدت کے ساتھ محفوظ رکھا تھا، لیکن اب دنیا میں انسانوں کا کوئی طبقہ ایسا باقی نہیں رہا تھا جو عہدہ قدمی کے شرفاً کی طرح جوی اور آزاد جیالی کا حامی ہوتا، اور قدر ماء کی تحریروں کی طرح تلاش تحقیق یا جوگات مندانہ اطمینان خیال کا داعی ہوتا۔

اس طبقہ کے ختم ہونے کی خاص وجہ سماجی و سماجی افزانفری تھی، لیکن ایک وجہ اور بھی تھی، جس کے باعث اس عہدہ میں ذہن انسانی گذاری اور تحریک پوچھا تھا، ایران اور بازنطینیہ دونوں ملکوں میں عدم رواہ اور کا درود دورہ تھا، دونوں حکومتیں ایک نئے انداز کی نہیں حکومتیں تھیں جس میں آزادانہ اطمینان خیال پکٹے ہیں رے بھا دیئے گئے تھے۔

بازنطینی شہنشاہی پر ایرانی شہنشاہی کے حلقے اور بازنطینیوں کی فتح کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد چھٹی صاری علیسوی میں سماجی و اخلاقی پستی پر روشنی ڈالتے ہوئے مصتفت لکھتا ہے:-

”اگر کوئی سیاسی پیشی گوسانتیں صدی کے آغاز میں دنیا کا جائزہ لیتا تو اس نتیجہ پہنچا کر صرف چند صدیوں کی بات ہے کہ پورا یورپ اور ایشیا ملکوں کے زیر اقتدار آجائے گا، مغربی یورپ میں نہ کوئی نظم تھا زمانہ اتحاد، بازنطینی اور ایرانی حکومتیں ایک دوسرے کے کوتباہ کرنے پر ٹھیں ہندوستان بھی منقسم اور زبانہ حال تھا۔“

رابرت بربی فالٹ ROBERT BRIFFAULT لکھتا ہے :-

”پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی انک پورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی، اور تاریکی ندری چیزیادہ گہری اور بھی انک ہوتی جا رہی تھی، اس دور کی وحشت و بربریت، زمانہ قدیم کی وحشت و بربریت سے کمی درجہ زیادہ طبعی چھائی تھی، کیونکہ اس کی شال ایک بڑے تمدن کی لاش کی تھی، جو سڑکی ہو، اس تمدن کے نشانات مت رہے تھے، اور اس پر زوال کی چہرگل چکی تھی، وہ مالک جہاں یہ تمدن بگ وبار لایا اور گزشتہ زمانہ بیل پی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا تھا، جیسے اٹلی، فرانس، وہاں تباہی، طوائف الملوكی اور ویرانی کا دور دورہ تھا۔“

قدیم نہ اسپ نے جس تہذیب کو پر ان چھٹا ہایا تھا، اس کے زوال کے باعث میں جے ایک ڈینی سن J. H. DENISON لکھتا ہے :-

”پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں مہذب دنیا افراتفری کے دہانے پر کھڑی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چار ہزار سال کی مدت میں جس تہذیب نے بال و پر نکالے تھے وہ منتشر ہونے والی ہے اور انسان پھر اسی بربریت کی جانب لوٹنے والا ہے، جس میں ہر قبیلہ اور فرقہ ایک دوسرے کے خلاف برس ریکارڈ ہو جائے اور امن و امان معدوم ہو جائے..... پرانے قبائلی نظام کی توانائی ختم ہو چکی تھی..... عیسائیت بوروا بیات قائم کی تھیں وہ اتحاد اور نظم کے بجائے تفرقہ اور تباہی کی جانب۔“

لے جا رہی تھیں، یہ زمانہ الماک تھا، تہذیب جو ایک تناد و راحت کی طرح  
ساری دنیا کو اپنے سایہ میں لئے ہوئی تھی اور جس کی شاخیں علم و فن اور  
ادب کے ترین بھل دے چکی تھیں بربادی کے قریب تھی، اسے گھن لگ چکا تھا؛  
فل انسانی اور تہذیب و تندن کی اس جاں کی کے عالم میں جزیرہ العرب میں  
خدا نے ایک انسان کو پیدا کیا اور نورع انسانی کو نہ صرف بچائے بلکہ انسانیت کے  
اس اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک پہنچانے کا دشوار ترین اور نمازک ترین کام پُر کیا، جو  
مُؤرخوں کے دیسخ تجربے اور شاعروں کے بلند تخلیق سے بھی فزوں تر تھا، اور اگر اس کے لئے  
ناقابل انکار تاریخی شہادتیں اور تو اترتہ ہوتا تو اس کا یقین کرنا بھروسہ شکل تھا، یہ  
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی جو حجھی صدی یسی میں ہبھوڑیں آئی، آپ کا  
پہلا کام یہ تھا کہ آپ نے اس نلوار کو جو نورع انسانی کے سر پر لٹک رہی تھی، اور کوئی  
گھر طحی تھی کہ اس کے سر پر گر گر کا کام تمام کرنے ہٹالیا، اور اس کو وہ تحفے عطا کئے  
جھふون نے اس کوئی زندگی، نیا حوصلہ، نئی طاقت، نئی عزت اور نئی منزل سفر عطا کی،  
اور ان کی برکت سے انسانیت، تہذیب و تندن، علم و فن، روحانیت و اخلاص اور  
تعمیر انسانیت کا ایک نیا دور رشروع ہوا، انھوں نے انسانی معاشرہ کو ایک بے بہادر و  
عطالی جس پر انسانیت کی خیر و برکت اور تندن کی تعمیر و ترقی کا دار و مدار ہے، وہی تھی سرمایہ  
ہے: بھائی سے محبت، اور بُرائی سے نفرت کا مقدس ترین جندہ، اور شرک کی قتوں اور  
اس کے مرکز کو پاش پاش کرنے اور خیر کی تو سیع و ترقی کے لئے قربانیاں دینے کا بارک عزم،  
انسان کی تمام ترقیات، سرمدیوں اور ناقابل فراموش کا زاموں کا اصل اور اساسی

سبب یہی مقدوس جذبہ اور بیارک عزم ہے کیونکہ تمام اسباب وسائل، ساز و سامان اور تجربہ و تحقیق کے ادایے انسان کے عزم و ارادہ کے تابع ہیں، انھوں نے قاومت و پیغمبیرت کو محنت و رافت اور شرافت و انسانیت میں بدل دیا، انھوں نے اپنی اعلیٰ تعلیمات کی اشاعت کی، اس کے لئے مسلسل و متواتر تجد و جہد جاری رکھی، علیش و آرمائی پرواد ہیں کی، حضرت و فقار کا خیال ہمیں کیا جائی کہ اپنے جسم و جہان کی بھی فکر ہیں کی۔ اس مسلسل وجہان کا ہ محنت و مشقت کے نتیجہ میں انسانیت سے عاری ہیوائوں

اور پچاڑ کھانے والے درندوں میں ایسے نیک نفس لوگ پیدا ہوئے، جن کے انفاس سے دنیا متعطر ہو گئی، جن کے خشن و جھان سے انسانیت کی تایخ میں دل کشی و رعنائی ہو گئی، یورفت و منزلت میں فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے، زیادہ ویرباد ہونے والی انسانیت کو نئی زندگی مل گئی، عدل و انصاف کا دور دورہ ہو گیا، مکروہوں میں طاقتِ الہوں سے اپنا حق وصول کرنے کی ہست و طاقت پیدا ہوئی، بھیر طلبوں نے بکریوں کی گلہ بیانی، فضاؤں میں رحم و کرم کی خنکی چھا گئی، الفت و محبت کی خوشبو ہیل گئی، سعادت کا بازار گرم ہو گیا، دنیا میں جنت کی دکانیں سچ گئیں، ایمان و یقین کی عطر پریز ہوائیں چلنے لگیں، انسانی نفوس ہوا وہ پس کی گرفت سے آزاد ہو گئے، قلوب بھلاکیوں کی طرف ایسے کھینچنے لگے جیسے مقناطیس کی طرف لو ہے کے ٹکڑے۔

ہم اخصار اور انتخاب کے طور پر ان چند دنیادی اور قیمتی عطیوں کا ذکر کریں گے، جن کا نوع انسانی کی رہنمائی، صلاح و فلاح اور تعمیر و ترقی میں نایاب کردار رہا ہے، اور جنہوں نے ایک زندہ اور درخششہ دنیا کی تخلیق و تشکیل کی ہے، جو گہنہ اور زوال پذیر دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی۔

وہ عطیات GIFTS درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ صفات اور واضح عقیدہ توحید۔
- ۲۔ انسانی وحدت و مساوات کا تصور۔
- ۳۔ انسانیت کے شرف اور انسان کی عزت و بلندی کا اعلان۔
- ۴۔ عورت کی حیثیت عرض کی بجائی را اور اس کے حقوق کی بازیابی۔
- ۵۔ تلامیڈی اور بدنالی کی تربیۃ اور نفیاتِ انسانی میں حوصلہ مندی اور اعتماد و افتخار کی آفرینش۔
- ۶۔ دین و دنیا کا اجتماع اور حریف و بریجنگ انسانی طبقات کی وحدت۔
- ۷۔ دین و علم کے درمیان مقدوس و ائمہ رشتہ کا قیام و استحکام، اور ایک کی قمت کو دوسرے کی قیمت سے والیست کر دینا علم کی تکریم و تظمیم اور اسے با مقصد مُفید رہدار سی کا ذریعہ بنانے کی سی محود۔
- ۸۔ عقل سے دینی معاملات میں بھی کام لینے، فائدہ المحسن، اور انفس و آفاق میں عنروں فکر کی تزعیب۔
- ۹۔ امتِ اسلامیہ کو دنیا کی نگرانی و رہنمائی، الفرادی و اجتماعی اخلاق و رحمات کے احتساب، دنیا میں انصاف کے قیام اور شہادت حق کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔
- ۱۰۔ عالم گیر اعتقادی و تہذیبی وحدت کا قیام۔

اب ہم اپنی طرف سے زیادہ کہنے اور تشریح کرنے کے بجائے چند متن مختصری مفکرین و مصنفوں اور ادیاء و مورخین کے تأثیرات و اعتراضات پیش کرتے ہیں،

اس جذب دنیا کی جن چند چیزوں سے آبرو قائم ہے اور جن کی بدولت تہذیب، تائیخ، اخلاقیات اور لعب و شاعری انک کی قدر و تیمت باقی ہے وہنا کمال نکار خلائق و واقعات کا اظہار و اعتراف، جوہر و مکان کی قدر دانی، اور مخنوں کا نشکر اور احسان مندی ہے، اور جس دن ہماری یہ دنیا، ہماری ادبیات، ہمارا اخلاقی نظام اور ہماری ادبی صلاحیت اور اظہار بخیال کی آزادی اس شریفیانہ غرض سے حرم اور عاری ہو جائے گی، اس دنیا میں رہنے اور بستے کی لذت و عزت جاتی رہے گی، اور دنیا چپا بیوں اور درندوں کی ایک بستی بن جائے گی، جہاں سوائے پیٹ بھر لینے، اپنی سفلی خواہشات کی تکمیل اور ہوا وہوس کے سوا کوئی تحریر طاقت نہیں ہو گی، اور جہاں اتنا دش اگر دیتے والے اور دینے والے، معلج و مرضی، (حتیٰ کہ مادر و پدر و فرزند) کے درمیان رشتہ، اور محاذ و دریزن کے فرق کا احساس بھی جانا رہے گا۔ اسی فطری جذبہ احسان مندی کے باعث یہ میں ”انسانیکلوب پڑیا آف لیجن اینڈ اینفس“ کے مقابلہ نگار ویلم، ایچ، ڈیلوڈسن WILLIAM H. DAVIDSON کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہیک فطری اور عالمگیر انسانی جوہر ہے، جس کو ہر زمانہ میں زندہ رہنا چاہئے۔

مقابلہ نگار لکھتا ہے:-

”لقول تھامس براؤن THOMAS BROWN جوہر نشکر تسبیح  
کے اس فرحت بخش جذبہ کا نام ہے جو ہم کسی دوسرے سے فائدہ پہنچنے پر حسوس کرتے ہیں، یہ احساس بذاتِ خود اس منفعت کا ایک بجز ہے جس سے ہم مستفید ہوتے ہیں۔“

احسان مندی کسی ہر باری کا عمل ہے، جو پرے حلوق اور انداز  
کے ساتھ واقع ہوتا ہے، یہ عمل فوری اور فطری ہوتا ہے، اس کے  
معنی یہ ہیں کہ فطرتِ انسانی کی تشکیل کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ انسانوں  
کے درمیان محبت و یگانگت اس کی صلبیادی صفت ہے اور نفرت  
و دشمنی (ایپنی نام علمتوں کے ساتھ) غیر فطری اور مُخرب اخلاق ہے۔  
اس اخلاقی پستی، نمائتِ طبع، صمیمی کے مردہ و مفلوج ہونے اور شرافتِ انسانی  
کے آخری اثر سے محروم ہو جانے کا سب سے بڑا مظہر، مذہبی پیشواؤں ہماراں انسانی  
اویشنین عالم کی نہ صرف احسان فراموشی، بلکہ ان کے بالے میں وہ زبان اُسلوب  
اختیار کرنا ہے جو پست سے پست انسانوں کے بالے میں بھی روانہ ہیں ہے اور جس سے  
نہ صرف ان کے کروروں مانتے والوں اور ان پر جان قریان کرنے والوں کے دل و  
دماغ بھر جو ہوتے ہیں بلکہ خلافت کا بھی خون ہوتا ہے اور دیکھنے والی آنکھوں میں  
خاک جھوٹکی جاتی ہے، کسی شرایط معاشرہ، اور کسی جہدِ ملک کو بھی ایسے دنیِ الطبع  
ضمیرِ فرش، احسان فراموش اور غیرِ مہدیہ انسانوں کو برداشت ہیں کرنا چاہیے۔  
اس کے مقابلہ میں ہم اس مغربی دنیا کے (جہاں ہم اپنے خیالات پیش کر رہے ہیں)  
چند ترقی یافتہ اور شانی ملکوں کے منصف مزاج، حقیقت پسند اور بلند پاصلین  
اور ادیبوں کے تماثرات اور خیالات پیش کرتے ہیں۔

فرانس کا مشہور ادیب لیمارٹن LAMARTINE نبوتِ محمدی کو خراج تحسین پیش  
کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

کسی بھی انسان نے کبھی بھی شوری یا عیش شوری طور پر اپنے لئے  
انتاریع الشان مقصود نہ تھیں نہیں کیا، اس لئے کہ یہ مقصود انسان کی  
طااقت سے باہر تھا، تو ہم اور خوش اغفار دیلوں کو جو انسان اور  
اس کے خالق کے درمیان حجاب بن گئی تھیں، زیر و زبر کرنا، انسان  
کو خدا کے حوالہ کرنا، اور خدا کی پوکھٹ پر انسان کو لانا، اس زمانہ کی  
اصنام پرستی کے مادی خداؤں کی جگہ خدائے واحد کے پاکیزہ اور  
عقلی تصور کو از سر نبھال کرنا، یہ تھا عظیم مقصد.... کسی انسان  
نے کبھی بھی ایسے عظیم انسان کا جو کسی صورت سے انسانی طاقتون کے  
بس کا نہ تھا، اتنے کمزور ذرا رائے کے ساتھ پیرا انہیں اٹھایا.....  
خدا کی توجید کا ایسے دور میں اعلان کرنا، جب کہ دنیا لاذداد  
ضمی خداوں کی پیش کے لوحجھ سے دلی ہوئی تھی، بذاتِ خود  
ایک قوی مسخرہ تھا، محمدؐ کی زبان سے جلیے ہی اس عقیدہ کا اعلان  
ہوا، ہمتوں کے تمام قدمی مجددوں میں خاک اڑتے تھے، اور ایک تھا میں  
دنیا ایمانی حوارت سے برمیں ہو گئی تھی۔

جان ولیم دریپر JOHN WILLIAM DRAPER کی ذہنی علیٰ  
تایم کے صحن میں لکھتا ہے:-

۵۶۹ عیسیٰ جسٹینین JUSTINIAN کی موت کے چار سال بعد

لہ لیٹرائشن LAMARTINE، بستری ڈی لا ترکیج ۲۶۷-۲۶۸ پیلس (۱۸۵۴ء)

( HISTOIRE DE LA TURQUIE, PARIS-1854, VOL 2, PP. 276-277 )

سر زمین عرب کے شہر کے میں وہ شخص پیدا ہوا جس نے نسل انسانی پر  
سب سے زیادہ اثر ڈالا؟

وہ مرزا ید لکھتا ہے :-

« محمد میں وہ صفات جس ہو گئی تھیں جنہوں نے ایک سے زائد بار  
سلطنتوں کی قسمت کا فیصلہ کیا ہے..... انہوں نے بعد الطیعتیا  
کے بیکار مباحثت میں پڑنے کے بجائے لافانی صداقتوں پر زور دیا،  
اور اپنے آپ کو صفائی عشقِ ای، سخیرگی، رونے اور نماز کے ذریعہ  
لوگوں کی سماجی ترقی کے لئے وقت کر دیا۔»

اس صدی کا عظیم مفکر و مؤرخ طائش بی TOYNBEE لکھتا ہے :-

« مسلمانوں میں نسلی انتیاز کا کامل خاتمہ اسلام کا ایک عظیم کارنامہ  
ہے، موجودہ دنیا کی جو حالت ہے اس میں اسلام کی اس خصوصیت کی  
تبلیغ و اشتاعت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔»

یہ عجیب اتفاق ہے کہ دو سو سال قبل تھامس کارلائل (THOMAS CARLYL)

نے نام پیغمبر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہمیر و منتخب کیا تھا، اور اب بیوں صد کا  
کے ایخیر میں امریکی کے ماٹکل ایچ ہارت (MICHAEL H. HART.) نے ان لوگوں  
کی فہرست میں جنمائی کیں عالم میں انسانیت پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئے ہیں۔

JOHN WILLIAM DRAPER, A HISTORY OF THE INTELLECTUAL DEVELOPMENT OF THE EUROPE, LONDON-1875, Vol. I, P. 229

IBID. P. 330 ۵۲

TOYNBEE, A. J. CIVILIZATION ON TRIAL,

NEW YORK-1948, P. 205 ۵۳

آپ کا ہی نام سر فہرست رکھا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبعین اور آپ کی پیدا اور تربیت کی ہوئی امت کے پوری نسل انسانی پر جناتاقابل فراموش احشامات ہیں اور اس تہذیب و تندن کے بقاوار تفااع کے عمل میں اس کا جو عظیم الشان کردار رہا ہے اس کو محضراً ہم دونا مقابل انکا زنا رجی و اتفاقات کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

تایار کے طالب علم جانتے ہیں کہ سائیں صدی بھری دیتی ہوں صدی عیسوی میں اچانک نیا کے متعدد مالک تہذیب تدن، علم و ثقافت، اخلاق و انسانیت اور وسیع نزین اور عین تین اثرات رکھنے والے دو مہمیوں اسلام اور عیاذیت ان کے پیروؤں اور ان کی قائم کی ہوئی دیس، تمدن یافتہ اور زریغ سلطنتوں اور خود انسانیت کے مستقبل کو ایک ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جو اضافی کی سب کو ششوں پر پانی پھیر دینے والی حال کے حسن و جمال افضل و مکمال پر۔

**خطاط** پھیر دینے والی اور مستقبل کے نام روشن امکانات کو مشکوک و مددھم بنادینے والی مخفی، بیہم و حشی ناناریوں اور مگردوں کا اپنے غیر معنوی اور عبقري GENIUS فائدہ چنگیز خاں (تموجن) کی تیادت میں متعدد مغربی و شماںی و نیا پر اچانک حلہ تھا، جو ۱۲۶۰ء سے شروع ہوا، اس حملہ کی ہونا کی، ہوش ربانی، اور اس کے دنیا کے پورے تہذیبی و تحریفی، دینی و علمی عقولی و فکری، تعمیری و صنعتی و رتہ کو برپا کر دینے کی صلاحیت اور اس کے آثار و امکانات کے ظاہر ہو جانے کا اندازہ ان چند اقتباسات

لہ  
HART, MICHAEL H., THE 100—A RANKING OF THE MOST INFLUENTIAL PERSON IN HISTORY, NEW YORK, 1978, P. 26

لہ مغربی صنیفین اور انگریز لکھنے والے تاریوں کو عام طور پر MONGOLS کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

سے ہو گا جو ہم چنگیز خاں کے متعدد مؤرخ ہیرلڈ لامب HAROLD LAMB کی کتاب سے پیش کرتے ہیں :-  
GENGHIS KHAN.

”اس کے راستے میں جو شہر آتے اکثر حروف غلط کی طرح مت جانتے دریا و گلے کے رُخ بد جانتے، صحراء کے صحراء سر ایسہ اور لب مرگ پناہ گزینبوں سے بھر جاتے، اور اس کے گُزرجانے کے بعد ان علاقوں میں جو کبھی آباد تھے، پھر طویں اور کرگسوں کے سوکوئی زندہ مخلوق باقی تھے حتیٰ لہ“  
”عیسائی دنیا بھی چنگیز خاں کی موت کے بعد منگلوں کی الگی پشت کے مقابلہ میں اتنی ہی سر ایسہ و جیران تھی، جب کہ خونخوار محل شہسوار مغربی یورپ کو روند تے پھرتے تھے، پولینڈ کا شاہ بولسلاس اور ہنگری کا بادشاہ بیلا ہز میت کھا کے جنگ کے میداںوں سے بھاگے تھے اور سائی یسیا کا ڈیکل ہنری پسند نیتنا شہسواروں کے ساتھ روانا ہوا لینٹز LIEGNITZ میں مارا گیا تھا“  
”یہ ایک ایسی جنگ تھی جو ہر حد سے تجاوز تھی، اس حد تک جیسی دوسری عالم گیر جنگ یہ بغیر نا فرط کے بنی نوع انسان کا قتل عام تھا جس کا مقصد محسن انسانوں کو فنا کرنا تھا“

”انسان کی طاقت سے باہر تھا کہ منگلوں کو روک سکیں، دشت و صحراء کے

1. HAROLD LAMB, GENGHIS KHAN. (LONDON-1928), P. 11-12.

2. ۱۲۲۳ءے ہے لینٹز LIEGNITZ جرمنی کی مشرقی سرحد کے قریب واقع ضلع دروکلا (WROCŁAW) میں دروکلا شہر کے قریب تھی ہے، اس کا نیام لگنیکا LEGNICA ( ) ہے۔

GENGHIS KHAN, OP. CIT., P. 12. ۴۵

GENGHIS KHAN OP. CIT., P. 166. ۴۶

تام خطر و پروہ غالب آئے، پہاڑ، سمندر، موسیٰ سختیاں، تقطیع، وبا میں  
کوئی بھی ان کی راہ میں مرا جم نہ ہو سکا، کبھی قوم کے خطر و پروہنیں خوف  
نہ تھا، کوئی قلم ان کے حملہ کی تاب نہ لاسکتا تھا، اور حرم کے لئے کسی نظم  
کی فریاد ان پر اٹھنے کرنی تھی ہے۔

اس کی فتوحات کا زیادہ تر اس کے دشمن میوریوں نے ذکر کیا ہے،  
تہذیب و تمدن پر اس کا حلہ اس قدر ہوتا کہ اور تباہ گعن تھا کہ صفت  
کرہ ارض میں پھر نئے مرے سے ابتداء کرنی پڑی، پیر سی طرحان کی حکومت  
اور رضا، قراختائی، خارزم اور اس کے مرتبے کے بعد، بغدادی روس اور  
پولینڈ کی سلطنتیں نیست و نایلو دہو گئیں، جب یہ ناقابل شکست و حشی  
کسی قوم کو فتح کرتا تو اور سب لڑائیاں خود بخوبی ختم ہو جاتیں، حالات کی پوری  
رفتار چاہیے وہ پہلے اچھی ہوتی یا بُری یا لکل بدل جاتی اور مغلوں کی فتح کے  
بعد جو لوگ باقی بچتے ان کے درمیان عرصہ تک امن قائم رہتا ہے۔

کیمپری کی "تاریخ عہد و سلطی" کے مصنفوں نے منگلوں کے اس لرزہ خیز حلہ کو  
ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

"تاریخ عالم میں اس نئی قوت کا ظہور لعنتی ایک شخص واحد کی یقابیت  
کرنی نوع انسان کے تمنہ کو بدل دے، چیلیخان سے شروع ہوا اور اس کے  
پوتے قبیلائی خان پر ختم ہو گیا، جس کے زمانہ میں خلوں کی سالم اور بسیط  
سلطنت نے تقسیم و تفریق کے آثار ظاہر کرنے شروع کر دیئے، ایسی طاقت

پھر کبھی دنیا کے پردہ پر ظاہر نہیں ہوئی"

یہ جملہ اور اس کی دہشت ترکستان و ایران و عراق تک محدود و نمکنی یورپ کے دور دراز ملکوں تک پھیل چکی تھی، جہاں ان شیم و حشی ناتاریوں کا پہنچنا ایک عجید از قیاس بات تھی گین GIBBON اپنی مشہور کتاب "تاریخ اخطا و سقوط روم" (THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) میں لکھتے ہے:-

"سویڈن کے باشندوں نے روس کے ذریعہ ناتاری طوفان کی خبر سنی"

ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ وہ ان کے خوف سے اپنے مہول کے مطابق انگلستانی سواحل پڑکار کھیلنے کے لئے نہیں نکلے یہ

ناتاریوں نے پہلے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کو ایک توڑہ خاک بنادیا، شہر کی آبادی میں سے کوئی زندہ نہیں بیکا، پھر سرقت کو خاک بیساہ کر دیا، اور ساری آبادی کو فنا کے گھاٹ ناتار دیا، یہی حشر عالم اسلام کے نامی گرامی شہروں کا ہوا، اس کا پورا امکان تھا، اور یورپ کی اخلاقی حالت، یہاں سی انتشار و ابتربی اور معاشرہ کی وہ خرابی (جس کا ہم نے حقیقت پسند اور حقیقت نگار مغربی مصنفین کے حوالہ سے اوپر ذکر کیا ہے) اس کی دعوت دیتے تھے، اور اس کے لئے فضا ہوا کرتے تھے کہ عالم اسلام کی آخری سُخرا طاقت خارزم شاہی سلطنت کو نیست و نابود کرنے اور عالم اسلام کے مرکزی آباد اور گلزار شہروں کو کھنڈ رینانے کے بعد ناتاری میسی مغرب کا ریخ کریں اور اس کا بھی وہی حشر ہو جو اسلامی مشرق کا ہوا۔

اہ GENGHIS KHAN, OP. CIT., P. 210.

EDWARD GIBBON, THE DECLINE AND FALL OF THE  
ROMAN EMPIRE, Vol. III, NEW YORK. n. d. P. 634.

ایپ جی ولز (H. G. WELLS) کا قول ہم نقل کر سکتے ہیں کہ :-

”اگر کوئی بیاسی ایشیین گوساتوں صدری کے آغاز میں دنیا کا جائزہ لیتا تو اس تیجہ پر پہنچتا کہ صرف چند صدیوں کی بات ہے کہ پورا یورپ اور ایشیا منگلوں کے زیر اقتدار آجائے گا یہ“

ہرولد لامب (HAROLD LAMB) لکھتا ہے :-

”چنگیز خان کی جہاں آشتوی و خاڑگی تے نہدّن کو ایسا سخت صدری پہنچا کیا کہ نصف دنیا میں تہذیب و تائٹنگی کو مر کر از سر زخم بینا پڑا..... خوارزم کی سلطنت، بغداد کی خلافت، روس کی مملکت اور کچھ دلوں کے لئے پولینڈ (پولار) کی حکومتیں مت گئیں“

وہ مزید لکھتا ہے :-

”جس وقت مغلوں نے دھاوا کیا تو جمن فوجیں اور پولینڈ کی وجہ مغلوں کے حلہ کی تاب نہ لاسکیں اور مغلوں نے ان کو تقریباً نیت شاہود کر دیا۔ لیکن دفتارِ مُجزہ کی طرح ایک اقحر ایسا ایشی آیا جس نے تایخ کا جھیلہ بدل دیا اور متمدن دنیا کو اطمینان کا سافس لینے ہی کا نہیں بلکہ نہدن و تہذیب قوت و استحکام اور ترقی و خوشحالی اور علم و فکر کی خدمت کا نیا سفر شروع کرنے کا موقع دیا، وہ یہ کہ پہنا قابلِ سمجھ فاتح قوم اپنے مفتوح اور بے دست و پا مسلمانوں کے دین کی حلقة گوش بن گئی، جو اپنی ہر قسم کی مادی و بیاسی طاقت کھو چکا تھا۔“

A SHORT HISTORY OF THE WORLD, OP. CIT., P. 144.

IBID., P. 231

GENGHIS KHAN, OP. CIT., P. 206.

اور جس کے پیروؤں کو تاریخ سنت ذلت و خمارت کی نظر سے دیکھتے تھے پویسیر

لی ڈبلو آرنا لڈر, T. W. ARNOLD اپنی مشہور کتاب "دعوتِ اسلام"

میں استحباب کا اخبار کرتے ہوئے لکھتا ہے :- PREACHING OF ISLAM

"لیکن اسلام اپنی گذشتہ شان و شوکت کے خاکسترسے پھر اٹھا"

اور واعظین اسلام نے انہیں جتنی مغلوبوں کو جھوٹوں نے مسلمانوں پر

کوئی ظلم پاتی نہ رکھا تھا، مسلمان کر لیا۔"

جن مخلصین نے اس خون آشام تاریخ قوم کو اسلام کا حلقوں پوش بنایا،

ان میں بہت کم لوگوں کے نام دنیا کو معلوم ہیں، مگر ان کا یہ کارنامہ تاریخ عالم کے

کسی تعمیری، اصلاحی یا انقلابی کارنامہ سے کم نہیں، ان کا احسان نہ صرف مسلمانوں

پر، نہ صرف مسیحی مغرب پر بلکہ پوری انسانیت پر قیامت نکل ہے گا کہ انہوں نے

دنیا کو وحشت بربریت اور ایک بے لقینی اور سراسری کی عالم گیر بیفیت سے

نکال کر، نظم و انصباط، علم و سیاستی علم پروری، جو ہر شاہی اور فضل و کمال کی

قدر دانی کی فضای میں منتقل کر دیا، اور علم و فنکر، تصییف و تالیف، تدریس و تعلیم،

فن و ادب نے ایک معتدل فضایا اور فضل و کمال اور محنت و جگہ کا وی کی قدر کرنے

والوں کے سایہ میں نئے سرے سے اپنا اس فرشتوں کیا۔

چنگیزخاں کی سلطنت اس کے انتقال کے بعد اس کے چار بیٹوں کی چار ناخواہ

میں بٹ گئی تھی، ان چاروں شاخوں میں اسلام کی اشاعت تیزی کے ساتھ شروع

ہو گئی اور تاریخ خاقان اور ان کی دعوت و تبلیغ و اثر سے تاریخ قوم مسلمان ہونا شروع

ہو گئی یہاں تک کہ ایک صدی کے اندر اندر تقریباً ساری تاری قوم مسلمان ہو گئی۔  
اسلام کی اس اشاعت کا فرض انجام دینے والوں اور ان بزرگوں اور کاروڑا زادت  
حکومت کے واقعات کا جن کی اخلاقی بلندی، دل آویزی، ذاتی کردار اور خلوص روخت  
کے اثر سے یہ خون آشام اور جنگوت تاری اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، آج بھی  
دولوں کو ترتیباتے اور روحوں کو گردانیتے ہیں۔

تاریخ من حیث القوم نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ ان میں بڑے بڑے مجاہد،  
بڑے بڑے عالم اور فقیہ اور بڑے بڑے باخدا درویش پیدا ہوئے ان میں متعدد  
مصنفوں اور دانشوروں اور ادبیں و شاعر بھی ہوئے۔

تاریخوں کا قبول اسلام جس سے ان کا مزارج، ذوق و روحانی اور انسانیت تکدن  
کے باسے میں نقطہ نظر بدلنا، صرف اسلامی مشرق پر ہی احسان نہیں ہے بلکہ سیمی غرب  
اور ہندوستان کے تحریک بڑا اعظم SUB-CONTINENT پر ہی احسان عظیم ہے جس پر اسی  
ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) میں انھوں نے بیش تریش بار حلے کئے مگر  
ترک انسل مسلمان سلاطین نے جن میں سلطان علاء الدین طلحی (م ۷۱۶-۵۷۲ھ) اور اس کا  
فوجی قائد، الملک الغازی غیاث الدین نعلن شاہ (م ۷۲۵-۷۲۸ھ) خاص طور پر  
قابل ذکر ہیں، ہر بار ان کو پسپا کر دیا، اور اس طرح یہ قدمی زرخیز ملک اور اس کا تہذیبی  
علمی و رسمی اور خود وہاں کے دو بڑے مذاہب اسلام اور ہندوئیم (اینی ساری)

ام تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صعبون نگارکی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ اول ۳۲۲-۳۲۸ ص

بعوان "تاریخوں میں اشاعت اسلام"۔

ملے ان کے بعض نمونے پر وغیرہ آرٹلڈ کی کتاب PREACHING OF ISLAM اور صاحب  
مقالہ کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" میں دیکھ جاسکتے ہیں۔

شاخوں کے ساتھ نمازیوں کی غارت گری سے محفوظ رہے۔

علم انسانیت اور بالخصوص مغرب پر (جس کو مستقبل قریب میں اہم اور انقلاب لگیز علمی اکتشافات، ایجادات و اختراعات اور زندگی اور بیانی واقفیت کو سہل بنانے والے وسائل و آلات کا دریافت کرنے والا، اور دنیا کے دشمن میں دینے والا ملک بنانا تھا) امّت مسلمہ کا یہ کارنامہ (نمازی قوم کی نسبیتی تبدیلی) ایک خاطری اور انتظامی نوعیت کا کارنامہ اور احسان تھا۔

اس کے بالمقابل اس کا ایک دوسرا کارنامہ یورپ کو علم و فکر کے نئے سحرشوپر نہ صرف متعارف کرنا، بلکہ ان سے مستفید کرنا تھا، جس نے یورپ کی قرون مظلمه (RENAISSANCE) میں اس کو نئی روشنی دکھائی اور اس نشأة ثانیہ (DARK AGE) کے لئے راہ ہموار کی، جس نے صرف یورپ کی دنیا بدل دی بلکہ پوری دنیا کو نئے حقائق و معلومات سے آشنا کیا، اور تجزیہ علم SCIENCE کا وہ دور شروع ہوا جس نے اس دنیا کی کایا پلٹ دی، یہ اندلس (MUSLIM SPAIN) جس کے راستے سے یورپ میں تدبیم علمی ترک (فلسفہ و حکمت، ایاضی و طب) منتقل ہوا، اس نے مغرب کو جو سببے براعملی تخفہ دیا وہ حقیقت پسندی اور منطق استقرائی (INDUCTIVE LOGIC) کا تخفہ تھا،

او جس نے قیاس و استخراج (DEDUCTIVE LOGIC) کی جگہ لی جس نے مغرب کے طریق فکر ہی کو بدل دیا، اور اس کے تجربی سائنس اور مکنالوجی کو نہ صرف ترقی کرنے کا موقع ملا بلکہ حقیقت میں ان کا وجود عمل میں آیا، مغرب کی ساری مفید تحقیقات، سائنس کے تبریز اور تجزیہ کائنات کی جزوی و محدود کامیابیاں اور زندگی کے سفر کی مشکلات کا کسی حل نیک از ال اسی "منطق استقرائی" کا نتیجہ ہے جس سے یورپ نا آشنا تھا، اور جو اس کو

آزادی چالا اور جرعتِ منطقیتین کی تحقیق کے مطابق مسلمان اپسین کے ذریعہ حاصل ہوا، شہور فرانسیسی فاصل اور موئرخ GUSTAVE LEBON لکھتا ہے:-

”وگ تجربہ اور معائش (منطق استقرائی) کو جدید علمی تحقیقات میں بنیاد کا درجہ دیتے ہیں FRANCIS BACON کی طرف مسوب کرتے ہیں، لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اب اس کا اعتراف کیا جائے کہ یہ پورا اطرافی اور نظام نکل عربوں کی دین ہے۔“

Robert Briffault (ROBERT BRIFFAULT) اپنی کتاب ”تعمیر انسانیت“

(THE MAKING OF HUMANITY) میں لکھتا ہے:-

”یورپ کی ترقی کا کوئی شعبہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کا داخل نہ ہو اور اس کی ایسی نمایاں یادگاریں نہ ہوں جنہوں نے زندگی پر پڑا اثر ڈالا ہے؟“  
دوسری جگہ لکھتا ہے:-

”صرف طبعی علوم ہی (جن میں اندسی عربوں کا احسان ہے) یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے ذریعہ نہیں ہیں بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم اثاثاں اور مختلف النوع اثرات ڈالے ہیں اور اس کی ابتلاء اسی وقت سے ہو جاتی ہے جبکہ مسلمانی تہذیب و تمدن کی پہچان کرنی یوپ پر پڑا شروع ہوتی ہے۔“

اممِ تمدن عرب از گشاوی بان ترجیہ از فرنچ شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی صاحب،  
مطبوعہ اتر پر دلیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۵ء۔

ROBERT BRIFFAULT, THE MAKING OF HUMANITY, ۱۹۱۹ء

IBID, P. 202. ۱۷۵

(LONDON-1919), P. 190.

بیوپ کی دینی تائیک اور عیا ائی کلیسا کی تاییک کامطا العہ کرنے والے پایائی نظام کے مصلحین اور اس کے بانیوں پر اسلام کے ذہنی و فکری اثرات کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔ سولھویں صدی یسی میں برپا ہوتے والی لوٹھر (LUTHER) کی تحریکیہ صلاح میں بھی اسلامی تعلیمات کا انکاس بنائے جیسے کسی شیخیت میں دور کی روشنی کی شعاعیں نظر آتی ہیں اسی طرح فرون ہتوسطہ کی قدامت پرستی اور کلیسا ائی جگہ کے خلاف تنخکیوں سے یہ روشنی پھنس جن کر نظر آتی ہے۔

حضرات! ان دونوں انقلاب انگریز احسانات کا اخلاقی اور انسانی تقاضہ ہے، کران کے حقیقی سرحدیہ کی عظمت اور احسان کا اعتزاز کیا جائے اور اس کے باعث میں کسی تقریب و عنوان سے جب کبھی اظہارِ خیال کیا جائے یا اس کا علمی و تاریخی جائزہ بیا جائے تو اس میں ہم ان اخلاقی قدروں کی پابندی کریں جو ہزاروں برس سے دنیا کی مختلف قوموں، نہدیبوں اور فلسفوں میں قابلِ احترام چلی آ رہی ہیں، اور اس میں ہم کبھی تقابہت و متاد، توازن و اعتدال اور انصاف و حق پسندی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، اس کی تعلیم تمام نہیں یجھیوں، اخلاقی تعلیمات اور پابند مرتبہ موڑخیں و ناقدین کے کدار عمل نے دی ہے اور اس پر نہ اہبہ اقوام ہی نہیں بلکہ علم و دانش کے تبادلہ اور یا ہم استفادہ کا عمل قائم ہے، اور جس کے بغیر علمی و ادیبی کاوشیں اور تنقید و تبصرہ کا باوقا کام ایک سمجھید اور تعبیری عمل کے سجاوئے فتحت ناول نویسی، ہزلیات اور دنٹا اخلاقی میں نبديل ہو جائے گا، اور اس سے منفی، انتشار انگریز اور تفرت خیز نتاوج رو نما ہموں گے جن سے علم و ادب ہزار بار پناہ مانگتے ہیں، اور ان سے قوموں، ملکوں کے باہمی تعلقات پر کبھی اثر پڑ سکتا ہے۔

لہ لاحظہ ہواں ایکلکو پڑیا بڑا نیکا میں مارٹن لوٹھر مقالہ۔

یہ ایک سطحی اور عامیانہ خیال ہے کہ اٹھا رخیال کی آزادی پرستی کی پابندی  
عائد کرنا فرد کی آزادی کو سلب کر لینے اور جریرو استبداد (COERCION) کے عمل کے  
مراد ہے، اور وہ کسی آزاد ملک کے آئین و دستور کو معطل کر دینے، یا ناقابل عمل بنادینے  
کے ہم معنی ہے اٹھا رخیال کی ایسی آزادی جو تمام اخلاقی حدود کو پار کر جائے، انسانیت  
کے جلیل، القدر محشین و معاروں اور پیشوایان مذہب کے باسے ہیں وہ بنتzel اور  
سوقیانہ (OBSCENE) زبان و اسلوب اختیار کرتے پر آمادہ کرے، جو ہریات  
و طنزیات اور ناول نگاری کے لئے کسی حد تک جائز قرار دیا جاسکتا ہے، جس سے  
تاریخی حقائق مسلمات کا خون ہو، اور ان قابل صد احترام نہیں پیشواعوں اور پیغمبرین  
کے کروں ماننے والوں کے دل زخمی ہوں، اور ملکوں اور معاشروں کے مختلف عناصر  
اور اجزائے ترکیبی کے تعلقات پر اثر پڑے، ایک ایسا مجرمانہ فعل ہے جس کی کسی چیز  
امن پسند اور "بقاءے باہم" (CO-EXISTENCE) کے اصول پر عمل کرنے والے ملک میں  
اجازت نہیں دی جاسکتی، خود منفرد مغربی مفکریں اور ملینہ مرتبہ دانشوروں نے  
اٹھا رخیال کی آزادی کو غیر محدود اور غیر مقید ماننے سے انکار کیا ہے، اور ایسی غیر محدود  
آزادی اٹھا رخیال کے ان شنگین نشانگ کی طرف اشارہ کیا ہے، جو اٹھا رخیال کی  
آزادی کو سلب کر لینے سے بھی زیادہ مضر اور خطرناک ہیں، بہاں پر صرف دو بیانات  
پر اتفاق کیا جاتا ہے کہ ایسے اقتیاسات اور شہادتیں ایک مقا لم سے زیادہ ایک  
متفرقہ کتاب کی طالب ہیں:-

"سنرشب یا شخصی رخلافیات کے متعلق قوانین کو شخصی آزادی

پر ناقابل برداشت پابندی سمجھ کر احتجاج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم

پہلے سے تصور کر لیتے ہیں کہ جن آزادیوں پر یہ قوانین پابندی عائد کرتے ہیں وہ ایک بہتر (بائسی بھی) معاشرہ میں انسان کی بیادی ضرورتوں میں سے ہیں، اس کے برعکس ان قوانین کے دفاع کا مطلب ہے کہ یہ ضرورتیں لازمی نہیں ہیں یا یہ کہ ان ضرورتوں کا حصول ان اقدار کو قربان کئے بغیر ممکن نہیں ہے جو شخصی آزادی سے اعلیٰ تر اور انسان کی عجیب ترین ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ اقدار ہیں جو حصن و اخلي نہیں بلکہ معروضی جنتبست کھتی ہیں۔ کسی شخص یا کچھ لوگوں کی آزادی کی حد کیا ہونا چاہئے اس مواد پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک آزادانہ زندگی لبرس کرنا چاہئے ہیں اور دوسرے اقدار مثلاً برابری، انصاف، مسترت، تحفظ یا امن عامہ کے تقاضے کیا ہیں؟ یہاں وجہ ہے کہ یہ غیر محدود نہیں ہو سکتی۔

سینٹر بلیک اسٹون BLACKSTONE کی وہ تقریبہ امریکی میں آزادی اظہارِ خیال کے قانون کی بنیاد تصور کی جاتی ہے اس میں اس نے کہا تھا کہ:-

”ہر آزاد شخص کو بلاشبہ یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ عوام کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر سکے، اس پر پابندی لگانا پریس کی آزادی کو ختم کرنا ہے، لیکن اگر وہ ایسی بات چھاپتا ہے جو نامناسب، مشرانگیز یا غیر قانونی ہو تو اسے اپنی اس جمارت کی ذمہ اڑی قبول کرنی ہو گی، پریس کو مختص کی تذمیر کے متحتم کرنا آزادی صنیر کو ایک ایسے شخص کے ذاتی مرجحان پر پھوڑنا ہو گا جسے علم، مذهب اور حکومت کے اخلاقی مسائل میں پھیلان۔

اور غلطی سے بہرہ امان لیا گیا ہو، لیکن خطرناک اور مچھراتے تحریریں جنہیں  
غیر جائز دارانہ اور متصفات مقدمہ کے بعد نقصان دہ سمجھا جائے اس پر  
سرزادہ بیان امن و امان، حکومت اور زمہب کی نفاذ کے لئے ضروری ہے،  
کیونکہ انھیں پر شہری آزادی کی بنیادیں فائم ہیں، اس طرح افراد کا میتوڑ  
آزاد ہے لیکن اس کے غلط استعمال پر سزا دینا تعریف اتنی قانون کا مقصد ہے؟  
**حضرات! ہم اس صنیون کو علامہ اقبال کی ایک نظم پختہ چشم کرتے ہیں،**  
جس سے نہ صرف کالوں کا بلکہ دلوں اور روحوں کا ذائقہ بھی تبدلیں ہو گا، بلکہ ان  
احسانات اور فتوحات کا استخمار بھی ہو جائے گا، جو بخشتِ محمدی اور رحماتِ رب العالمین  
پیشہ سے وجود میں آئیں اور جن کی مثال نہ اہب و اصلاحات کی تاریخ اوزانہ کریں۔  
عالم کی زندگی میں نہیں ملتی۔

اقبال کہتے ہیں۔

ازدم سیراب آں اُمیٰ لقب	لالدرست از ریگ صحرائے عرب
حتریت پر وردۂ آغوش اوست	یعنی امروز امام از دویش اوست
او دلے در پکیر آدم نہاد	او نقاب از طلعت آدم کشاد
ہر خداوند کهن را او شکست	ہر کہن شاخ از نم او غنجی بست
گرمی ہنگامہ بدرو ہشیں	جدر و صدیق و فاروق و حسین
سطوت بانگ صلوٹ اندر نبرد	قراءت الصافات اندر نبرد

لہ ما خدا ز ایچ ایم سیروالی H.M. SEERVAI ہندوستان کا دستوری قانون

سبتمبر ۱۹۸۳ء، جلد اول ص ۷۹۲ CONSTITUTIONAL LAW OF INDIA.

تیغ ایوبی بنگاہ بایزید گنجھائے ہر دو عالم را کلید  
 عقل و دل راستی ازیک جامے اخلاط ذکر و فکر روم و رے  
 علم و حکمت، شروع و دین نظم امور  
 حسن عالم سوز الحمرا و تاج  
 آنکہ از قدرو سیاں گیر و خراج  
 این ہمسر یک لخط از اوقات اوست  
 یک تجلی از تجلیات اوست  
 ظاہر ش این جلوہ بائے دل فروز  
 باطن ش از عارفان پنهان ہنوز  
 اس اُمّی لقب نبی کی خوش انفاسی کے فیض سے محراج عرب کے ریگزاروں  
 میں گل دلالہ کی بہار آگئی۔

آنادی کا جذب آپ ہی کی آنونش مبارک کا پروردہ ہے اور اس طرح گویا  
 اقوام عالم کی موجودہ ترقیاں آپ کے عظیم اشان ماضی کا ثمر اور تسبیح ہیں۔  
 انسان کے پیکر خاکی بیسا آپ نے دھرم کتنا ہوا دل رکھ دیا اور صحیح معنوں میں  
 انسان کی صلاحیتوں سے پرداہ اٹھایا اور اس کے جو ہر ذاتی کو آشکار کیا۔  
 آپ نے تمام ہی خدایاں کہن کو شکست فاش دی اور آپ کے فیض سے  
 مرحباً ہوئی شناخوں پر برگ و بار آنے لگے۔

بدرو حسین کی گرمی ہنگامہ آپ ہی کے جوش و خوش بکے دم سے سختی، اور  
 حضرت صدیق و فاروق چیجدر کراز اور شہید عالی مقام حضرت حسینؑ کی انقلابی  
 شخصیتیں آپ ہی کی ہمدر صفت ذات کو تجلیاں نہیں۔

حالتِ جنگ میں بلند ہونے والی اذان کی سطوت وہیت اور تلاوت  
 الصلوات کی لذت و حلاوت آپ ہی کی دی ہوئی ہے۔

صلاح الدین الیوبی کی شیشہ آبیدار اور بایزید سلطانی کی نگاہ خلیفت ہے۔  
وہ حامم کے خزانوں کی کلید شتابت ہوئیں۔

صلفی گزر کے ایک جام سے عقل و دل دونوں ہی مست و سرشار ہو گئے، اور آپ  
کی تربیت گاہ میں بعی کا ذکر اور رازی کی فکر فلک پیاس ہم آہنگ ہو گئی۔

علم و حکمت، دین و شریعت، انتظام سلطنت اور دنیا کے اندر پھیلی ہوئی  
رو جانی طلب و تلاش اور سیلوں میں دلوں کی بے قراری۔

الحراء اور تاج تحمل کا وہ حسن نام مسوز دل افروز جو فرشتوں سے بھی خواجہ  
حقیقت لے لیتا ہے۔

یہ سب کا اٹامے آپ کے اوقات عزیز و گران مایہ کے ایک عقر لمحے، اور آپ کی  
بیشتر تجیبات میں سے ایک تھی اور آپکے جھلک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کے فیض ظاہری کے اثرات ان جلوہ ہائے دل فروز کی شکل میں ظاہر  
ہو گئے، لیکن آپ کے وجود مبارک کا باطنی پہلو عارفانِ کامل کی نگاہ سے اب بھی  
پوشیدہ ہے۔